انسان کے بنیادی حقوق: قرآن مجید کی روشنی میں

سیف اللہ اصغر

قرآن مجید رہتی دنیا تک کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانیت کے لیے آخری صحیفہ ہدایت ہے۔ اس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو کے لیے رہنما اصول موجود ہیں۔ یہ کتاب عقائد، معاملات، عبادات اور اخلاق کی طرح حقوق و فرائض بھی واضح طور پر بیان کرتی ہے۔ معاشرے میں زندگی گزارنے والے تمام افراد خواہ وہ والدین ہوں یا اولاد، بڑی عمر والے ہوں یا چھوٹی عمر والے، عالم ہوں یا جاہل، امیر ہوں یا غریب، حاکم ہوں یا محکوم، قرآن مجید نے ان سب کے حقوق متعین کر دیے ہیں۔

اسلام کے عطا کردہ حقوق کے امتیازی پہلو

اسلام کے عطا کردہ بنیادی انسانی حقوق بیان کرنے سے قبل بہتر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان کے امتیازی پہلوؤں پر کچھ روشنی ڈال دی جائے۔

قرآن مجید کے عطا کردہ تصور حقوق انسانی کا پہلا امتیاز یہ ہے کہ اس نے مٹی سے پیدا انسان کو قابلِ احترام وجود بتایا۔ قرآن مجید نے احترام انسانیت پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور اسے اس کائنات کی سب سے محترم اور مکرم ہستی قرار دیا ہے۔ اس کی عظمت اور شرف و کرم کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ (البقرة:۳۴)	پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ۔

دوسری آیت میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاک کے پتلے میں اپنی روح پھونکی اور اسے مسجود ملائک بنایا۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (الحجر:۲۹)

جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔

مخلوقات میں سب سے محترم ذات انسان کی ہے۔ تمام مخلوقات میں اسے بہترین ساخت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین:۴)

اور ہم نے انسانوں کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اسے شرف وفضیلت سے نوازا گیا، بے شمار نعمتیں عطا کی گئیں، زمین وآسمان کی ساری چیزیں مسخر کر کے اس کی خدمت میں لگادی گئیں۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (بنی اسرائیل:۷۰)

ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انھیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

سورہ لقمان میں ارشاد ربانی ہے:

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (لقمان:۲۰)

کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین و آسمان کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہے۔

تصور حقوق انسانی کا دوسرا امتیازی پہلو یہ ہے کہ قرآن مجید نے بتایا کہ انسانوں پر انسانوں کے حقوق کیا ہیں؟ ان کی ادائیگی اور پاس داری کس طرح کی جائے اور نہ ادا کرنے کی صورت میں کس طرح کی تباہیاں آتی ہیں اور انسانی دنیا کا امن وسکون کس طرح غارت ہو جاتا ہے:

قرآن مجید میں متعدد مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید کی ہے۔ بنی اسرائیل سے مخاطب ہوکر فرمایا گیا:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسْناً وَأَقِيمُواْ الصَّلوٰةَ وَآتُواْ الزَّكوٰةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلاً مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ. وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لاَ تَسْفِكُونَ دِمَاءكُمْ وَلاَ تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّن دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ (بنی اسرائیل:۸۴)

اور یاد کرو اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو، پھر ذرا یاد کرو ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا تم نے اس کا اقرار کیا تھا اور تم خود اس پر گواہ ہو۔

قرآن مجید حقوق انسانی کے تعلق سے اپنے ماننے والوں کو یہ تصور دیتا ہے کہ حقوق کی حفاظت اور ادائیگی کے باب میں کسی طرح کی کوئی تفریق روا نہیں ہے ہر ایک کو جان مال، عزت آبرو کے تحفظ کا حق حاصل ہے، ہر کوئی آزادی اظہار رائے رکھتا ہے، مساوات اور عدل وانصاف ہر شخص کا بنیادی حق ہے، قرآن مجید اپنے پیروؤں کو سخت تاکید کرتا ہے کہ وہ حقوق انسانی کی ادائیگی میں رنگ ونسل، مذہب وملت، کالے گورے اور اپنے پرائے کی بنیاد پر کوئی امتیازی سلوک نہ کریں، کیوں کہ سارے بنی نوع انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اس لیے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ ان کو بنیادی حقوق سے محروم رکھے۔

تصور حقوق انسانی کے تعلق سے ایک اہم بات یہ ہے کہ قرآن مجید تحصیل حقوق کے بجائے فرائض کی ادائیگی پر زور دیتا ہے، لوگوں کو ان کے فرائض یاد دلاتا ہے اور ان پر دوسروں کے جو حقوق ہیں انھیں دیانت داری سے ادا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس تعلق سے محمد صلاح الدین رقم طراز ہیں:

''قرآن کریم نے بنی نوع انسان کو، مختلف امتوں کو، انبیاء کرام کو، افراد کو، کفار اور مشرکین کو اور اہل ایمان کو جہاں جہاں خطاب کیا ہے انھیں ان کا فرض یاد دلایا ہے اور فرض کی ادائیگی پر ہی دنیا و آخرت میں سرخروئی اور سربلندی کا وعدہ کیا ہے۔ پورا قرآن اپنی اولین آیت سے لے کر آخری آیت تک کہیں بھی مستحقین سے خطاب کر کے انھیں یہ مشورہ اور ترغیب نہیں دیتا کہ اٹھو متحد ہو جاؤ، جتھا بندی کرو، تنظیم سازی کرو اور بزور اپنا حق حاصل کرو'' [1]

حقوق کی ادائیگی سے متعلق جس آیت کو لیجیے اس میں صرف ادائیگی حقوق پر زور دیا گیا ہے، کہیں مطالبہ کی بات نہیں کی گئی، مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ اقرباء، مساکین و مسافروں کے حق کو یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے:

فَآتِ ذَا الْقُرْبیٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (روم:۳۸)	پس رشتہ دار کو حق دے اور مسکین و مسافر کا بھی حق ادا کر۔ یہ ان لوگوں کے لیے باعث خیر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

اسی طرح صاحب مال و دولت اور اصحاب ثروت کو اس بات کی تاکید فرمائی کہ ان کے مال میں مانگنے والوں اور مال و دولت سے محروم لوگوں کا حق ہے:

وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات:۱۹)	اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے۔

کھیتی باڑی اور باغبانی کرنے والے لوگوں کو بھی اس بات کی تاکید ہے کہ

جب فصل کٹ جائے یا پھل کھانے کے لائق ہو جائیں تو اس سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ دوسرے جو اس سے محروم ہیں انھیں بھی عطا کریں۔ یہ ان کا حق ہے اور صاحب باغ کا فرض۔

ارشاد ربانی ہے:

كُلُواْ مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُواْ حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (الانعام:۱۴۱)

ان کے پھلوں سے فائدہ اٹھاؤ جب وہ پھلیں اور اس کی کٹائی کے وقت اس کا حق ادا کرو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قرآن مجید کے تصور حقوق انسانی کا ایک اہم امتیازی پہلو اس کی ہمہ گیری اور جامعیت ہے۔ یہ انسانی زندگی کے کسی ایک حصہ یا ایک خاص عمر تک حقوق کو محدود نہیں رکھتا اور نہ کسی ہنگامی صورت حال میں ادائیگی حقوق کی تلقین کرتا ہے۔ بلکہ قرآن مجید حقوق انسانی کا جو تصور پیش کرتا ہے وہ رحم مادر سے لے کر انسان کو قبر میں ڈالے جانے تک پھیلا ہوا ہے۔ امن کی حالت ہو یا جنگ کی، دوستی کا تعلق یا دشمنی کا، انسان کی اجتماعی زندگی ہو یا سیاسی اور اقتصادی، ہر حال میں حقوق ادا کیے جائیں گے۔

اقوام متحدہ کے عطا کردہ بنیادی حقوق اور اسلامی حقوق کے درمیان فرق

انسانی حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کی جانب سے اعلان کردہ تیس دفعات پر مشتمل عالمی منشور اور اسلامی بنیادی حقوق، دونوں کا جائزہ لینے کے بعد بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ پہلا بنیادی فرق قوت نافذہ کا ہے۔ اقوام متحدہ کے منشور کی حیثیت محض ایک خوشنما دستاویز کی ہے۔ اس میں حقوق کی ایک فہرست بیان کردی گئی ہے، لیکن ان میں سے کوئی ایک حق بھی اپنے پیچھے قوت نافذہ نہیں رکھتا۔ منشور میں کہیں یہ بات نہیں لکھی گئی ہے کہ اگر کوئی ملک کسی کا بنیادی حق سلب کرتا ہے تو اس کے ساتھ کیا کیا جائے۔ اس کی بازیابی کے لیے کس عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے اور نہ کسی ریاست پر کوئی قانونی پابندی عائد کی گئی

ہے کہ وہ کسی کو بنیادی حقوق سے محروم نہ کرے۔

ان دفعات میں جو معاشی اور سماجی حقوق بیان کیے گئے ہیں ان کی اصل حقیقت واضح کرتے ہوئے محمد صلاح الدین ڈاکٹر رفائل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''یہ نام نہاد معاشی اور سماجی حقوق کوئی بین الاقوامی فرض عائد نہیں کرتے۔ یہ ایسے حقوق ہیں جن کا تعلق کچھ چیزیں دینے سے ہے مثلاً معقول آمدنی، اسکول اور سماجی خدمات وغیرہ۔ لیکن کس سے کہا گیا ہے کہ وہ یہ چیزیں مہیا کریں؟ یہ فرض آخر کس سے متعلق ہے۔ اقوام متحدہ کے منشور انسانی حقوق کے مصنفین جب یہ کہتے ہیں کہ: ''ہر فرد کو سماجی تحفظ کا حق حاصل ہوگا تو کیا ان کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرد کو ایک عالمگیر نظام تحفظ کو کچھ عطیہ دینا چاہیے، جس سے ضرورت پڑنے پر وہ فائدہ اٹھا سکے گا۔ اگر واقعی ان کی مراد یہی ہے تو ان عہد ناموں کے مسودے میں جن کا مقصد منشور کا نفاذ ہے، اس قسم کے نظام کی تشکیل کے لیے کوئی دفعہ کیوں نہیں ہے؟ اور اگر ایسا نظام وجود نہیں رکھتا تو پھر کیسا فرض اور کہاں کا حق؟ لوگوں پر ایسا فرض عائد کرنا جس کی ادائیگی کا امکان ہی نہ ہو سراسر حماقت ہے تاہم یہ اتنی ظالمانہ نہیں جتنی یہ حماقت کہ لوگوں کو ایسے حقوق عطا کر دیے جائیں جن سے وہ کوئی استفادہ ہی نہ کر سکیں۔''[۲]

اس کے بالمقابل اسلام نے جو بنیادی حقوق عطا کیے ہیں، وہ محض خوشنما اخلاقی اصولوں کا کوئی بے جان مجموعہ نہیں ہے۔ اس کی پشت پر ایک مضبوط قوت نافذہ ہے جسے اصل روح کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر کوئی فرد یا ملک کسی کو بنیادی حق سے محروم رکھنا چاہتا ہے یا رکھتا ہے تو اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ ظالم کو اس کے ظلم سے روکے اور مظلوم کا حق دلا کر اس کی داد رسی کرے۔

یہاں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ جو چاہے رضا کارانہ طور پر ان حقوق کو تسلیم کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ بلکہ سب کو ان حقوق کو تسلیم کرنا ہے اور نہ ماننے

کی صورت میں بہ جبر منوایا جائے گا اور پامالی سے روکا جائے گا۔ دوسرا بنیادی فرق یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے دیے ہوئے بنیادی حقوق لچک دار اور قابل انتقال ہیں۔ یعنی جب اور جہاں کہیں انسانی عقل کو پتا چلتا ہے کہ فلاں حق انسان کا بنیادی ہے فوراً اپنے بنائے ہوئے حقوق کی فہرست میں اس حق کا اضافہ کردیا جاتا ہے اس کے مقابلے میں قرآن مجید کے بتائے ہوئے انسانی بنیادی حقوق دائمی اور غیر متبدل ہیں۔ اس تعلق سے محمد صلاح الدین رقم طراز ہیں:

> ''اللہ کے دائمی ناقابل انتقال اور غیر متبدل اقتدار اعلیٰ کی طرح اس کی طرف سے مقرر کردہ انسان کے بنیادی حقوق بھی دائمی اور غیر متبدل ہیں۔ ان میں کسی کو تبدیلی یا تنسیخ کا حق نہیں ہے۔ یہ محفوظ اور متعین حقوق فرد اور ریاست کے درمیان ایک مستحکم رشتہ قائم کرتے ہیں اور باہمی نزاع و کشمکش کی بجائے ان دونوں کو ایک دوسرے کا معاون و سرپرست بنادیتے ہیں''۔[۳]

قرآن مجید کے عطا کردہ بنیادی حقوق

۱- جینے کا حق

سب سے پہلا حق زندہ رہنے کا حق ہے۔ قرآن مجید میں انسانی جان کو انتہائی محترم قرار دیا گیا ہے اور ہر نفس کو جینے کا حق دیا گیا ہے۔ خواہ وہ کسی طبقہ، قوم، ملک سے تعلق رکھتا ہو۔ کسی ذات برادری کا ہو، چنانچہ بغیر شرعی جواز کے کسی کو قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالحَقِّ (بنی اسرائیل:۳۳)	قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔

انسانی جان کی اتنی اہمیت ہے کہ قرآن مجید نے کسی ایک شخص کو قتل کرنا پوری نوع انسانی کو قتل کرنے کے مترادف بتایا ہے۔

مَن قَتَلَ نَفساً بِغَيرِ نَفسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً (مائدہ:۳۲)

جس نے کسی ایک جان کو خود کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا۔

کسی انسان کی ناحق جان لینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سنگین اور قبیح جرم ہے کہ اس کا مرتکب دنیا میں قصاص کی سزا پانے کے بعد مر کر جہنم رسید ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً (نساء:۹۳)

اور رہا وہ شخص جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔

۲- حفاظت جان کا حق

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ آدمی خود اپنی جان بچانے اور دوسروں کی جان بچانے کی ممکن حد تک پوری کوشش کرے۔ حفاظت جان کی غیر معمولی اہمیت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً (مائدہ:۳۲)

اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

جان کی حفاظت کرنے اور اسے موت سے بچانے کی کئی شکلیں ہیں۔ اگر کوئی آدمی بھوک سے بے حال ہے اور اندیشہ ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی جان جا سکتی ہے تو جاننے والے اور دیکھنے والے کا فرض ہے کہ اس کو کھلائے تاکہ اس کی جان محفوظ ہو جائے۔ قطع نظر اس سے کہ وہ کس قوم، رنگ اور نسل کا ہے۔ اگر کوئی شخص ڈوب رہا ہے، یا زخمی ہے یا کسی مہلک مرض کا شکار ہے تو لوگوں پر فرض ہے کہ اس کی جان بچانے کی حتی المقدور کوشش کریں۔

۳- ملکیت کا حق

انسان جائز طریقے سے جو مال و دولت، املاک و جائداد بناتا ہے اسے اس میں تصرف کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ وہ اپنے مفادات کے تحت اور اپنی ضرورتوں کی تکمیل کی خاطر انھیں استعمال کرسکتا ہے۔ اسے اس بات کا حق حاصل ہے کہ مزید نفع کمانے کے لیے اپنے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ ان کی حفاظت کے لیے موجود وسائل و ذرائع سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کسی شخص کو یا کسی حکومت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کی ملکیت پر دست اندازی کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُواْ بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُواْ فَرِيقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ" (بقرہ:۱۸۸)

اور تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناروا طریقہ سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے آگے ان کو اس غرض کے لیے پیش کرو کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کچھ حصہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے۔

اگر کوئی زبردستی کسی کی ملکیت پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو مالک کو اسلام نے پورا حق دیا ہے کہ وہ اس کی حفاظت کی راہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ بہا سکتا ہے۔ اس صورت میں وہ شہید کے درجہ میں ہوگا۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

"من قتل دون ماله فهو شهيد"[۴]

(جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے)

۴- عزت و آبرو کا حق

ہر شخص کا ایک بنیادی حق یہ بھی ہے کہ اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ نے جان و مال کے ساتھ حرمت عزت کا بھی حکم دیا ہے۔ سورہ حجرات میں اس حق کی پوری تفصیل مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الاِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيْراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيْهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ
(سورہ حجرات: ۱۱، ۱۲)

اے لوگو جوایمان لائے ہو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہیں آئیں وہ ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا تم خود اس سے گھن کھاتے ہو اللہ سے ڈرو اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

ان آیات میں جتنی شکلیں بھی انسان کی تذلیل وتحقیر کی اور اس کی عزت وآبرو پر حملہ کرنے کی ہوسکتی تھیں ان سے منع فرمادیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر شخص محترم ہے، خواہ وہ سماج کے کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ کسی کو حق نہیں کہ اس کی ہنسی اڑائے، برا بھلا کہے، پیٹھ پیچھے برائی کرے، بہتان لگائے، اپنے سے کم تر اور حقیر سمجھے، یا اس کی تذلیل اور اہانت کرے۔

اسلام کے نزدیک یوں تو ہر شخص کی عزت وآبرو محفوظ ہے لیکن خاص طور سے

عورتوں کی عزت و ناموس کی پاسداری کی تاکید کی گئی ہے اور ان پر بہتان لگانے والوں کے لیے سخت سزا متعین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (النور:۲۳)	جو لوگ پاک دامن، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

قرآن مجید لوگوں کی عزت و آبرو کو کتنا محترم سمجھتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کسی مرد یا عورت پر زنا کا بے بنیاد الزام لگانے کی سزا اسی کوڑے مقرر کی گئی ہے اور ایسا کرنے والوں کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور:۴)	اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔

۵- نجی معاملات میں راز داری اور پردہ داری کا حق

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی شخص کے نجی معاملات میں دخل اندازی کی جائے اور ان کی ٹوہ میں لگا جائے۔ سورہ حجرات میں فرمایا گیا:

ولا تجسسوا (حجرات:۱۲)	اور تجسس نہ کرو۔

آدمی تجسس کے ذریعہ دوسروں کے عیب تلاش کرتا ہے اور پھر جو عیوب اور کمزوریاں اس کے علم میں آتی ہیں انھیں مزے لے لے کر دوسروں سے بیان کرتا ہے۔ جس سے متعلق شخص کی بدنامی اور رسوائی ہو، قرآن مجید نے اس طرح کے تجسس سے سختی سے منع کیا ہے۔ اس معاملہ کا قرآن مجید اس قدر لحاظ کرتا ہے کہ بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے یا باہر سے تاک جھانک کرنے سے سختی سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا (النور: ۲۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو۔

۶- اظہار رائے کا حق

انسان کے بنیادی حق میں سے اظہار رائے کا حق بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی بھلائی کی خاطر خلوص نیت اور نیک جذبہ کے تحت اپنے خیالات کا اظہار کیا جائے قرآن مجید بھلائی پھیلانے کے لیے اظہار رائے کا صرف حق ہی نہیں دیتا بلکہ اسے مسلمانوں کا ایک فرض قرار دیتا ہے، چنانچہ اس نے ان کی یہ صفت بیان کی ہے:

يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (توبہ: ۷۱)

بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

اسلامی حکومت کا مقصد وجود ہی یہ ہے:

الَّذِيْنَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ (حج: ۴۱)

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔

اس کے بالمقابل منافقین کی صفت یہ بیان کی ہے:

يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ (توبہ: ۶۷)

برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔

تاریخ میں اظہار رائے کی مثالیں عہد نبوی سے لے کر مسلمانوں کی تاریخ کے ہر دور میں ملتی ہیں۔ صرف ایک مثال بیان کی جاتی ہے:

غزوۂ بدر میں آپ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ فلاں فلاں مقام پر قیام کریں اور پڑاؤ ڈالیں۔ ''حضرت حباب بن منذر نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ جو مقام انتخاب کیا گیا ہے وحی کی رو سے ہے؟ یا فوجی تدبیر ہے؟ ارشاد ہوا کہ وحی

نہیں ہے، حضرت حباب نے کہا تو بہتر ہوگا کہ آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کرلیا جائے اور آس پاس کے کنویں بے کار کردیے جائیں۔ آپ ﷺ نے یہ رائے پسند فرمائی اور اس پر عمل کیا گیا۔'' ۵؎

رسول اللہ اور خلفاء راشدین لوگوں سے رائے لیتے اور اظہار رائے کے لیے حوصلہ افزائی فرماتے، تاریخ کے اوراق میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

۷- عقیدہ اور مذہب کے انتخاب کا حق

لوگوں کو عقل وشعور کی صلاحیت عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ جو عقیدہ اور مذہب چاہیں اختیار کریں۔ ان پر کسی طرح کا کوئی جبر نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ:۲۵۶)

دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مبعوث کر کے اور انھیں اپنی کتاب عطا کر کے حق کو باطل سے جدا کردیا۔ اب جو چاہے مانے اور چاہے نہ مانے اس پر کسی طرح کی کوئی زور زبردستی نہیں، اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاء فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاء فَلْيَكْفُرْ (الکہف:۲۹)

صاف کہہ دو یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے اب جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کردے۔

دوسری جگہ آپ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَوْ شَاء رَبُّكَ لآمَنَ مَن فِي الأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعاً أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُواْ مُؤْمِنِينَ (یونس:۹۹)

اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن وفرماں بردار ہی ہوں) تو سارے اہل زمین ایمان لے آئے ہوتے پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہوجائیں۔

۸- تعلیم کا حق

علم کا حصول ہر شخص کا بنیادی حق ہے۔ اسلام میں ذات پات کی بنیاد پر تحصیل علم کا دائرہ محدود نہیں ہے، ہر شخص کے لیے خواہ اس کا تعلق اونچے طبقے سے ہو یا نیچے طبقے سے علم حاصل کرنا اس کا حق ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پہلی وحی کا نزول علم حاصل کرنے کے بارے میں ہوا۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْإِنسَانَ ما لَمْ يَعْلَمْ (علق:۱-۵)

پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

قرآن مجید نے تحصیل علم کی ترغیب انتہائی دل نشیں انداز میں دی ہے۔ فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ (زمر:۹)

ان سے پوچھو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل رکھنے والے قبول کرتے ہیں۔

احادیث میں علم حاصل کرنے اور دوسروں کو علم سکھانے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إن الله وملائكته واهل السمٰوٰت والارضيين حتى النملة فى حجرها وحتى الحوت ليصلون على معلم الناس الخير [6]

اللہ اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمینوں کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی سمندر میں لوگوں کی بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔

۹- مذہبی دل آزاری سے تحفظ کا حق

آزادی اعتقاد اور آزادی ضمیر کی طرح قرآن مجید نے لوگوں کو یہ حق بھی دیا ہے کہ ان کی مذہبی دل آزاری نہ کی جائے۔ دوسرے مذاہب کے راہنماؤں اور پیشواؤں کو برا بھلا نہ کہا جائے۔ ان کے معبودوں کو گالی دینے سے قرآن مجید منع کرتا ہے۔ فرمایا:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام:۱۰۸)

اور اے مسلمانو! یہ لوگ اللہ کے سوا جن معبودوں کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنیاد پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔

قرآن مجید نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے روشناس کرایا جائے، پیغام حق کی تبلیغ کی جائے، لیکن اس دوران بحث ومباحثہ، لڑائی جھگڑا اور دل آزاری سے اجتناب کیا جائے۔ بحث ومباحثہ کی نوبت بھی آئے تو تہذیب و شائستگی کے ساتھ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (العنکبوت:۴۶)

اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقہ سے۔

۱۰- اجتماع کا حق

اسلام اجتماعیت کو پسند کرتا ہے۔ کسی کام کے لیے لوگوں کا اکٹھا ہونا اور مل کر انجام دینا اسے انفرادی طور پر انجام دینے سے بہتر ہے۔ معاشرے میں بھلائی پھیلانے، برائی سے روکنے اور خیر کی طرف دعوت کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ ایک جماعت قائم کی جائے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (آل عمران:۱۰۴)

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہیے جو نیکی کی طرف بلائیں بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔

اس نوعیت کا اجتماع اور اس قسم کی جماعت سازی کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اس عظیم کام کو انجام دینے کی وجہ سے امت محمدیہ کو خیر امت کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران:۱۱۰)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

۱۱- ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق

قرآن مجید نے ہر آدمی کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز بلند کرے اور ظالم کے ظلم کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ (النساء:۱۴۸)

اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔

۱۲- معاشی حق

معاشرے میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی روزی روٹی کا انتظام کرنے سے عاجز و بے بس رہتے ہیں۔ اسلام انھیں معاشرے میں بے یار و مددگار، دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لیے نہیں چھوڑتا بلکہ اس نے ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے مالدار مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جسے مالداروں سے وصول کیا جاتا ہے اور غریبوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ۳۰ سے زائد مقامات پر اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ایتاء زکوٰۃ کا حکم موجود ہے۔

۲- قرآن مجید انفاق پر غیر معمولی زور دیتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے

لگایا جاسکتا ہے کہ ادائیگی زکوٰۃ کے حکم کے علاوہ انفاق کا ذکر ۷۰ سے زائد بار ہوا ہے۔ اس میں مصلحت یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف اہل ثروت صاحب نصاب پر فرض ہے لیکن انفاق ہر اس شخص پر فرض ہے جس کا مال نصاب زکوٰۃ سے کم اور ضرورت سے زیادہ ہو چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ:۲۱۹)	اور پوچھتے ہیں ہم اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں کہو جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو۔

انفاق پر غیر معمولی زور دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کہتا ہے:

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (الحشر:۷)	تا کہ وہ تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔

۳- قرآن مجید میں قرض، عاریت، وراثت، وصیت، مہر اور نفقہ وغیرہ کے سلسلے میں جو احکام دیے گئے ہیں ان سے بھی افراد معاشرہ کو معاشی تحفظ اور خوش حالی حاصل ہوتی ہے۔

۴- اسلام نے ریاست کی ذمہ داری قرار دی ہے کہ جن کا کوئی کفیل نہ ہو ان کی کفیل وہ خود بنے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"السلطان ولی من لا ولی له" [۷]

(جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست حکمراں ہے)

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے معذور آدمی کے لیے جو کمانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو ہر مسلمان کا دروازہ کھول کر اس کے معاشی حقوق کی ضمانت فراہم کر دی۔ ارشاد الٰہی ہے:

لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى أَنفُسِكُمْ أَن تَأْكُلُوا مِن بُيُوتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ آبَائِكُمْ أَوْ	کوئی حرج نہیں ہے اگر کوئی اندھا یا لنگڑا یا مریض (کسی کے گھر سے کھا لے) اور نہ تمہارے اوپر اس میں کوئی مضائقہ ہے کہ اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماں نانی کے گھروں

بُيُـوتِ أُمَّهَـاتِـكُمْ أَوْ بُيُوتِ إِخْوَانِكُمْ أَوْ بُيُــوتِ أَخَــوَاتِــكُــمْ أَوْ بُيُــوتِ أَعْـمَـامِـكُـمْ أَوْ بُيُـوتِ عَمَّـاتِكُمْ أَوْ بُيُوتِ أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خَالَاتِكُمْ أَوْ مَـا مَـلَـكْتُـم مَّفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَأْكُلُوا جَمِيعاً أَوْ أَشْتَـاتـاً فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتاً فَسَلِّمُوا عَـلَـى أَنـفُـسِـكُـمْ تَـحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَـارَكَةً طَيِّبَةً كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُون (النور:٦١)

سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہاری سپردگی میں ہوں۔ یا اپنے دوستوں کے گھروں سے، اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ تم لوگ مل کر کھاؤ یا الگ الگ البتہ جب گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، دعائے خیر اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی بڑی بابرکت اور پاکیزہ۔ اس طرح اللہ تمہارے سامنے آیات بیان کرتا ہے توقع ہے کہ تم سمجھ بوجھ سے کام لوگے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اندھے، لنگڑے، مریض اور معذور افراد کے لیے ہر مسلمان کا دروازہ کھول دیا ہے وہ جہاں سے چاہیں کھانا طلب کر سکتے ہیں اپنے گھر کے علاوہ ماں باپ، دادا دادی، بھائی بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ وغیرہ کے گھر سے بلا تکلف ایسے ہی کھا سکتا ہے جیسے وہ اپنے گھر کھاتا ہے۔

۱۳- انصاف کا حق

انصاف کا حصول ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے بلا کسی استثناء تمام لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرنے کی ہدایت کی ہے خواہ اس کی زد خود ان کے گھر والوں اور رشتہ داروں پر کیوں نہ پڑے۔ ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاء لِلّهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِيْنَ إِن يَكُنْ غَنِيّاً أَوْ فَقَيراً فَاللّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلاَ تَتَّبِعُواْ الْهَوَى أَن تَعْدِلُواْ وَإِن تَلْوُواْ أَوْ تُعْرِضُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْراً (النساء:۱۳۵)

اے لوگو! جو ایمان لائے ! انصاف کے علم بردار اور اللہ کے لیے سچی گواہی دینے والے بنو۔ اگرچہ تمھارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مال دار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز رہو اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

ایک دوسری جگہ دشمنوں کے ساتھ بھی بے انصافی کی ممانعت اور جادۂ انصاف پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِيْنَ لِلّهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلاَ يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلاَّ تَعْدِلُواْ اعْدِلُواْ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (مائدہ:۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

اس معاملے میں اسلام نے عدل و انصاف کو یہاں تک ملحوظ رکھا ہے کہ حکمرانوں کو بھی عدالت میں حاضر ہونے کا پابند کیا ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں فریق مخالف کی طرح عدالت میں حاضر ہوئے تھے۔

۱۴- مساواتِ کا حق

قرآن مجید کے نزدیک دنیا کے تمام انسان برابر ہیں۔ اگر کسی کو فضیلت حاصل ہے تو وہ تقویٰ کے اعتبار سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الحجرات:۱۳)	لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیاہ پرہیز گار ہو۔

اس آیت میں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ سارے انسانوں کی اصل ایک ہے مختلف قوموں، نسلوں، زبانوں اور رنگوں کے درمیان ان کی تقسیم کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ قوموں اور قبیلوں کی تقسیم صرف تعارف کے لیے ہے۔ فخر وفضیلت اور امتیاز کے لیے نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں کیوں کہ سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ اس حقیقت کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں انتہائی بلیغ انداز میں آشکارا کیا ہے:

یاایھاالناس الا إن ربکم واحد و إن ابا کم واحد الا لافضل لعربی علی العجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولالاسود علی أحمر إلا بالتقویٰ۸	سنو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کالے کو گورے پر ماسوا تقوی کے۔

۱۵- معصیت سے اجتناب کا حق

قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو یہ حق دیا ہے کہ وہ کسی بھی ایسے حکم کو ماننے سے انکار کردے جس کی تعمیل سے معصیت کا ارتکاب ہوتا ہو۔ والدین کا مقام ومرتبہ کتنا

بلند ہے۔ تاہم اگر وہ بھی گناہ اور شرک کا حکم دیں تو اس میں ان کی اطاعت لازم نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَى أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (لقمان:۱۵)	لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاطاعة فی معصية الله انما الطاعة فی المعروف۹	اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت صرف معروف کے کام میں ہے۔

اگر کوئی حاکم یا افسر اپنے ماتحتوں کو ناجائز کام کا حکم دیتا ہے تو ان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے افسر کی اطاعت کریں۔

۱۶- سکونت کا حق

قرآن مجید کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے شخص کو اس کے گھر سے بے گھر کرے۔ قرآن مجید کی نگاہ میں لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالنا جرم ہے۔ بنی اسرائیل کے جرائم کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید کہتا ہے:

وَتُخْرِجُونَ فَرِيقاً مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (البقرہ:۸۵)	تم اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کردیتے ہو ظلم وزیادتی کے ساتھ ان کے خلاف جتھے بندیاں کرتے ہو۔

اسلام جلاوطنی کی سزا صرف مفسدوں اور باغیوں کو دیتا ہے جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ برپا کرتے ہیں اور دین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لیے قرآن مجید میں جو مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ (مائدہ:۳۳)	یا وہ جلاوطن کردیے جائیں۔

۱۷- عمل غیر کی ذمہ داری سے براءت کا حق

انسانی حقوق کے تعلق سے قرآن مجید کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ آدمی صرف

اپنے اعمال اور اپنے جرائم کے لیے ذمہ دار ہے۔ دوسروں کے اعمال اور جرائم میں اسے پکڑا نہیں جا سکتا۔ قرآن مجید نے وہ اصول یوں بیان کیا:

وَلاَ تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلاَّ عَلَيْهَا وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى (الانعام:۱۶۴)

ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔

سورہ بقرہ میں صریح حکم ہے:

فَلاَ عُدْوَانَ إِلاَّ عَلَى الظَّالِمِيْنَ (البقرہ:۱۹۳)

تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔

قرآن مجید کی رو سے کسی مجرم کی سزا اس کے باپ، بھائی، بیٹوں اور دوسرے عزیزوں کو نہیں دی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلاَ تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَى حِمْلِهَا لاَ يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى (فاطر:۱۸)

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور اگر بوجھ سے لدا ہوا نفس اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے پکارے گا تو اس کے بار کا ادنی حصہ بھی بٹانے کے لیے کوئی نہ آئے گا چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

۱۸- شبہات کی بنیاد پر گرفتاری نہیں کی جائے گی

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی شخص کو محض شک وشبہ کی بنا پر گرفتار کیا جائے اور کھلی عدالت میں اس کا جرم ثابت کیے بغیر اسے قید کیا جائے۔ اس کے نزدیک جب ملزم کا جرم ثابت نہ ہو وہ بے قصور ہے اور اس کی آزادی کو ختم کرنا غلط ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

"والله لايوسر رجل فى الاسلام بغير العدول"[۱۰]

(اللہ کی قسم اسلام میں کسی شخص کو قید نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ معتبر گواہی

کے ذریعہ اس کا مجرم ہونا ثابت نہ ہو جائے)

۱۹- پناہ کا حق

قرآن مجید انسانوں کو یہ حق عطا کرتا ہے کہ اگر ان پر کسی علاقے میں ظلم کیا جارہا ہے، ناحق ان کے حقوق کی پامالی کی جارہی ہے اور وہ اپنے اندر دفاعی طاقت نہیں رکھتے تو کسی ایسے علاقے میں پناہ لے لیں جہاں وہ اپنی آزادی، عزت نفس اور عقیدہ و مذہب کو باقی رکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ ظَالِمِىْ أَنفُسِهِمْ قَالُواْ فِيْمَ كُنتُمْ قَالُواْ كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِىْ الأَرْضِ قَالْوَاْ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُواْ فِيْهَا فَأُوْلَـئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءتْ مَصِيْراً (النساء:۹۷)

جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے فرشتوں نے کہا، کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔

قرآن مجید کی رو سے پناہ حاصل کرنے کا حق تمام لوگوں کو حاصل ہے خواہ وہ کسی رنگ و نسل سے ہوں، کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتے ہوں، کسی مذہب کے ماننے والے ہوں، کوئی زبان بولتے ہوں۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلاَمَ اللّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ (توبہ:۶)

اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے (تاکہ اللہ کا کلام سنے) تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے اس کے مامون جگہ تک پہنچا دو۔

حواشی ومراجع

۱۔ محمد صلاح الدین، بنیادی حقوق، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، جنوری ۱۹۷۹ء، ص ۱۹۱

۲۔ ایضاً، ص ۸۷-۸۸

۳۔ ایضاً، ص ۱۰۴-۱۰۵

۴۔ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب من قاتل دون ماله، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من قصد اخذ مال غیره بغیر حق

۵۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، دارالمصنفین، جلد اول، طبع چہارم، ص ۲۱۸

۶۔ جامع ترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادة

۷۔ جامع ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء لانکاح إلا بولی

۸۔ مسند، جلد ۵، ص ۴۱۱

۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الطاعة، صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فی وجوب الامراء، الخ

۱۰۔ موطا امام مالک، کتاب القضیه، باب ماجاء فی الشهادات